احتساب

تحریر: ریاض الحسن نوری، مشیر وفاقی شرعی عدالت

حامدا ومصليا ومستغفرا. امابعد

اسلام سلامتی امن عدل اور انصاف کا دوسرا نام ہے مگر عدل اور امن دونوں بغیر احتساب کے قائم ہی نہیں ہوسکتے۔ انسانیت اور عدل کا دشمن اسی وجہ سے مسلمانوں کی بیداری سے ہر وقت لرزاں رہتا ہے۔ اس دشمن کا نام ابلیس ہے۔ علامہ اقبال شیطان کی اس حالت کو یوں شعر کی شکل دیتے ہیں:

ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں
ہے حقیقت جس کے دیں کی احتساب کائنات

احتساب فرض عین اور ہر مسلمان کی پہچان ہے

قرآن کریم فرماتا ہے: تم دنیا کی بہترین امت ہو جو کائنات انسانی کے لئے پیدا کی گئی ہو تاکہ ان کو بھلی باتوں کا حکم کرو اور بری باتوں سے باز رکھو(۱۱۰:۳) بنی اسرائیل پر حضرت داؤد علیہ السلام اور عیسی بن مریم علیہ السلام کی زبانی اس لئے لعنت کی گئی کہ وہ نافرمانی کرتے اور بری باتوں سے لوگوں کو نہیں روکتے تھے۔ ان کے یہ کردار بہت برے تھے(۷۸:۵)

سورہ توبہ کی آیت ۷۱ میں نماز اور زکواۃ کے ذکر سے پہلے احتساب کا ذکر کر کے اس کی فرضیت اور بنیادی اہمیت کا اعلان کردیا ہے۔ اس کا ترجمہ یوں ہے:

یعنی مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مونس ومددگار ہیں۔ یہ ایک دوسرے کو نیکی کی طرف راغب کرتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں۔ زکواۃ ادا کرتے ہیں اور خدا اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔

مجرموں کا احتساب نہ کرنے والوں کو بھی بندر و سؤر بنادیا گیا

قرآن کریم کا یہ قصہ مشہور ہے کہ نبی اسرائیل کی ایک قوم پانی کے کنارے رہتی

تھی۔ ان کو ہفتہ کے روز مچھلی کا شکار منع تھا۔ مگر وہ مختلف حیلوں سے ہفتہ کے روز سے پہلے پانی کے کنارے گڑھے کھود دیتے تھے یا جال ڈال دیتے تھے۔ پھر جو مچھلیاں ہفتہ کے روز مقید ہو جاتیں ان کو اتوار کے روز پکڑ لیتے تھے۔ اس طرح سے وہ گویا اپنے آپ کو ہفتہ کے دن مچھلیاں پکڑنے سے باز رکھتے تھے۔ مگر خدا کے آگے حیلہ نہیں چل سکتا۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ جو لوگ ایسا کرتے تھے وہ اور جو لوگ خود تو ایسا نہیں کرتے تھے مگر دوسروں کو منع نہیں کرتے تھے۔ ان دونوں قسم کے لوگوں کو بندر اور سور بنا دیا گیا۔ البتہ وہ جماعت محفوظ رہی جو خود اس نافرمانی سے اجتناب کے ساتھ ساتھ دوسروں کو اس برائی سے حتی الوسع روکتے رہے۔ بعض روایات کے مطابق آخر میں انہوں نے ان سے علیحدگی بھی اختیار کرلی تھی۔

تارکین احتساب کا سور و بندر بنا دیا جانا اور حضرت داؤد اور عیسیٰ علیہ السلام کا ان پر لعنت کرنا ثابت کرتا ہے کہ ترک احتساب کتنا عظیم جرم ہے۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ پاکستان جو اسلام کے نام پر قائم ہوا اس کی حکومت نے کبھی یہ محکمہ قائم ہی نہیں کیا۔ وفاقی حکومت نے جو بسیار خواری کے بعد ایک محتسب اعلی کے نام سے جج مقرر کیا وہ دراصل محکمہ مظالم ہے۔ احتساب کا محکمہ اس کا نام ہی غلط رکھا ہے۔ احتساب کے محکمہ کے لوگ تو سڑکوں پر پھرتے اور جہاں برائی یا زیادتی دیکھتے ہیں وہیں اس کا سد باب کرتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور سے مغلیہ کے دور تک یہی طریقہ جاری رہا اس کی تفصیلات ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی وغیرہ کی کتب میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

بظاہر ان سمندر کے کنارے رہنے والوں کا گناہ اتنا بڑا نہ تھا کہ ایسی سخت سزا دی جاتی۔ اس میں کسی دوسرے کا حق نہیں چھینا جارہا تھا۔ کسی انسان کو تکلیف نہیں پہنچائی جارہی تھی۔ مگر ان کے گناہ اور نافرمانی کی جڑ لالچ اور حرص تھی۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دنیا کی محبت سب برائیوں کی جڑ ہے۔ پھر گناہ چاہے چھوٹا ہو مگر یہ دیکھنا یہ ہے کہ کس عظیم اور اکبر خدا کی نافرمانی ہے۔ حرص ایک بہت بڑی روحانی بیماری ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ مؤمن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں۔ (Horton Leslie) ہارٹن لیس لائی لکھتے ہیں کہ یہ بات وسیع پیمانے پر تسلیم کی جاچکی ہے کہ بسیار خوری سے جتنے لوگ مرتے ہیں اتنے لوگ تمام جرائم اگر شامل کرلئے جائیں ان سے بھی نہیں مرتے۔ لیکن جب تک لوگ اپنے اس حق کو پسند کرتے ہیں کہ دانتوں کے استعمال سے موت کے منہ میں

جاتے رہیں اس وقت تک بسیار خوری کے خلاف قانون بے کار ہوگا۔ (سوشیالوجی آف سوشل پرابلمز ص: ۱۲۰ مطبوعہ امریکہ)

اگر کوئی یہ پوچھے کہ آج کل احتساب ترک کرنے والوں کو بندروں اور سوروں میں تبدیل کیوں نہیں کیاجاتا تو اس کا جواب قرآن میں موجود ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ (اے محبوب) خدا ان کو اس وقت تک عذاب نہیں دے گا جب تک کہ تم ان میں موجود ہو اور خدا ان کو اس وقت تک عذاب نہیں دیگا جب تک کہ لوگ استغفار کرتے رہیں گے (الانفال ۸: ۳۲-۳۳)

یعنی رحمۃللعالمیں کی بعثت کے بعد سے عوامی عذاب اب اس طرح سے نہیں نازل کیاجائیگا جس طرح سے کہ پہلی قوموں پر نازل کیاجاتا تھا۔ اور حضوراقدس ﷺ کی موجودگی میں یہ دنیاوی عمومی عذاب سے محفوظ رہی گی۔ اس وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ انتہائی کرپشن کے باوجود انسانوں کو بندر نہیں بنایاجاتا۔ یہ رحمۃللعالمین ﷺ کا فیض ہے اور اس میں غیر مسلم جو امت دعوت ہیں وہ بھی شامل ہیں۔

امام غزالیؒ وغیرہ کے نزدیک جو لوگ اونچے شاندار مکانوں کو تعجب سے دیکھتے ہیں وہ بھی ان کے بنانے کے گناہ میں شریک ہوجاتے ہیں۔ لوگ دیکھیں نہ تو یہ بنائے بھی نہ جائیں۔

خدا کی محبت کی جگہ خواہش نفسانی اور دولت کی پوجا

قرآن کریم میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ کیا تونے اس شخص کو دیکھا جس نے حرص وہوا کو خدا بنالیا ہے (الفرقان ۲۵: ۴۳) دراصل یہی اس بستی والوں کا اصلی جرم تھا۔ ان کا گزارہ چھ دن مچھلیاں پکڑنے سے بھی صحیح چلتا تھا مگر جب ہفتہ کو بطور امتحان انہیں زیادہ مچھلیاں نظر آتیں تو وہ لالچ میں حیلے بہانے سے خدا کے حکم کی نافرمانی کرنے لگے۔ وہ امتحان میں فیل ہوگئے۔

جدید دور کا مشہور سائنس دان اور ادب میں نوبل انعام لینے والا لارڈ برٹرینڈرسل جس کا گرینڈفادر انگلینڈ کا وزیراعظم تھا۔ اس نے وراثت میں ملنے والی تمام جائیداد خیراتی اداروں کو دے دی۔ اس نے دولت کی پوجا کے خلاف مضمون میں لکھا ہے کہ سب سے مکمل

ترین دولت کی پوجا امریکہ میں پائی جاتی ہے جو مغربی تہذیب کا سر خیل ہے۔ وہ کہتا ہے کہ آج کل زندگی کی بربادی (Decay of Life) نے مادی اشیاء کے مذہب کو ترقی دی ہے اور مادی اشیاء کا مذہب زندگی کی تباہی کو مہمیز دے رہا ہے۔ ہم سب اپنے تجربے کی بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ سب سے خوش وہ مرد اور عورتیں ہیں جو دولت سے دلچسپی نہیں رکھتے کیونکہ ان کی زندگی کا ایک مثبت مقصد ہوتا ہے جو اس دلچسپی کا دروازہ بند رکھتا ہے مگر اس سب کے باوجود ہماری تمام سیاسی سوچ چاہے وہ شہنشاہی ہو یا انقلابی ہو یا سوشلسٹ ہو اپنی تقریباً تمام تر توجہ لوگوں کی اقتصادی خواہشات پر مرکوز رکھتی ہے۔ جیسے کہ صرف اسی ایک چیز کی حقیقی اہمیت ہو (پرنسیپلز آف سوشل ریکنسٹر کشن صفحات ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۳ مطبوعہ جارج ایلن اینڈ ان ون ۱۹۶۰ء) پھر صفحہ ۱۴۴ پر لکھتے ہیں کہ تعظیم اور عبادت انسانوں کی احسان مندی کا احساس اور رسمی مذہب کے احکامات پر عمل جن کی تشریح الہام یا وحی خداوندی سے کی جاتی ہے۔ یہ سب روحانی زندگی سے متعلق ہیں۔ اگر یہ احساسات جو مذہب کا منبع ہیں ختم ہو جائیں تو سب سے اعلیٰ چیز انسانی زندگی سے خارج ہو جائے گی" مزید صفحہ ۱۵۸۔ ۱۵۹ پر رقم طراز ہیں کہ "سیاست دان نہ صرف پارٹی پروگرام کو حلق سے نیچے اتارنے پر مجبور ہوتے ہیں بلکہ مذہبی ووٹروں کی خاطر وہ خدا رسیدہ دکھائی دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ آج کل بغیر منافقت کے کوئی پارلیمنٹ کا ممبر نہیں بن سکتا"

چوری کی سزا

بعض لوگ چوری کی اسلامی سزا پر اعتراض کرتے ہیں۔ یہ سزا دراصل خدا کی بجائے دولت اور حرص کی پوجا کی سزا ہوتی ہے۔ ورنہ معلوم ہے کہ ۱۰ درہم سے کم کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔ خطیب بغدادی کی حدیث کی رو سے قحط کے دوران یہ سزا نہیں دی جا سکتی۔ وغیرہ وغیرہ۔ حضرت عمرؓ کے دور میں کچھ غلاموں نے کسی کا اونٹ چرا کر کھالیا تو آپ نے کہا کہ مالک ان کو صحیح خوراک نہ دیتا ہوگا۔ غلاموں کو سزا نہ دی گئی۔ بلکہ غلاموں کے مالک سے اونٹ کی دوگنی قیمت اونٹ کے مالک کو دلوائی گئی (موطا) حدیث مسلم کی رو سے فاحشہ عورت پیاسے کتے کیلئے موزوں سے کنویں سے پانی نکال کر پلانے پر بخش دی گئی۔ رستے سے ایذا رساں چیز کے دور کرنے پر جنت کی بشارت موجود ہے۔ ثابت ہوا کہ

جدید دور میں ٹریفک کے قانون کی خلاف ورزی انسان دشمنی - حقوق کی پامالی اور گناہ کبیرہ ہے۔

کیا احتساب ترک کرنے والے اصل مجرموں سے بڑھ کر ہیں ؟

ہفتہ وار امریکی رسالہ "ٹائم" بابت ۲ ستمبر ۱۹۹۶ء میں ایک مضمون چھپا ہے جس کا عنوان ہے "دی ٹیرر اینڈ پٹی" یعنی "دہشت اور رحم" یہ مضمون ہر اس شخص کو پڑھنا چاہیے جس کے دل میں قوم کا کچھ بھی درد ہے۔ اس میں چھوٹی بچیوں کے ساتھ جنسی زیادتی اور ان کے قتل کے جرائم سے بحث کی گئی ہے۔ اس مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ مغرب میں حکمران طبقہ پولیس اور عدالتیں ایسے مجرموں کے ساتھ نرمی۔ تساہل کا رویہ اختیار کرتی ہیں اور پھر ان کو پیرول پر رہا کردیتی ہیں کہ وہ اس دہشت کے کاروبار کو آسانی سے جاری رکھ سکیں۔ اس مضمون میں ایک ایسے شخص کا ذکر ہے جو ۱۹۸۳ء سے ۱۹۹۶ء تک تقریباً پندرہ دفعہ انسانیت کشی جرائم کا مرتکب ہوا مگر ہر بار تھوڑی سزا یا بغیر سزا کے رہا ہوتا رہا۔ اس سلسلے میں بعض بچیوں کو بھوک سے بھی مار دیا گیا۔ مصنفین نے آئنسٹائن کا مقولہ بھی درج کیا ہے جو یوں ہے:

The world is a dangerous place to live in, not because of those who do evil but because of those who watch and let it happen

ترجمہ: یہ دنیا رہنے کیلئے بڑی خطرناک جگہ ہے! اس کا سبب وہ لوگ نہیں جو برائی کرتے ہیں بلکہ وہ ہیں جو دیکھتے ہیں مگر برائی کو ہونے دیتے ہیں۔

یہ مغربی دانشوروں کا نظریہ ہے۔ مگر اسلام میں جیسا کہ آپ بنی اسرائیل کی ایک قوم کے متعلق پڑھ چکے ہیں کہ نافرمانی کرنے والوں اور نافرمانی کو نہ روکنے والے دونوں کو ایک سزا دی گئی یعنی سؤر اور بندر بنا دیا گیا۔ بظاہر مغربی دانشوروں اور اسلام کی رائے میں کچھ فرق نظر آتا ہے۔ لیکن اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو یہ فرق دور ہوجاتا ہے۔ کیونکہ اگر عامی لوگ احتساب کو ترک کریں تو وہ اسلامی روایت کے بموجب اصل مجرموں کے برابر مجرم تصور کئے جائیں گے لیکن اگر حکمران اور اتھارٹی رکھنے والے اشخاص قدرت کے باوجود برائیوں کو نہ روکیں تو وہ اسلامی فقہ کی رو سے اصل مجرموں سے بڑے مجرم قرار دئے جائیں گے۔ ویسے قرآن کی رو سے ہمیں ایک اور اصول بھی ملتا ہے۔ وہ یہ کہ اگر بڑے لوگ جرم کریں تو ان کی

سزا چھوٹے اور غریب لوگوں سے دگنی ہوتی ہے۔ چنانچہ اگر آزاد غیر شادی شدہ شخص کی سزا زنا کے جرم میں سو کوڑے ہے تو غلام کی اسی جرم مں سزا نصف یعنی پچاس کوڑے ہے (سورہ النساء ۴-۲۵) اسی طرح قذف کی سزا بھی غلام اور لونڈی کے لئے خلفائے راشدین کے عمل کے مطابق آزاد مرد یا عورت سے نصف ہے۔

حضرت علیؓ کا ایک فیصلہ

ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ ایک شخص دوسرے کو قتل کرنا چاہتا تھا تو وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ ایک دوسرے شخص نے اس کو پکڑ لیا اور پہلے نے آکر اس کو قتل کر دیا۔ قریب ہی ایک شخص یہ سب دیکھ رہا تھا۔ وہ دیکھتا رہا اور چھڑانے پر قادر تھا۔ حتی کہ اس کو قتل کر دیا گیا۔ حضرت علیؓ نے فیصلہ کیا کہ پہلے شخص یعنی قاتل کو قتل کر دیا جائے اور جس نے پکڑے رکھا کہ قاتل اس کو قتل کر دے اس کو قید کا حکم سنایا کہ وہ جب تک زندہ ہے قید میں محبوس رہے۔ تیسرا شخص جو اس کی جان بچانے پر قادر تھا مگر اس نے جان نہ بچائی تو اس کی ایک آنکھ ضائع کرنے کا حکم دیا (الطرق الحکمیۃ: ۵۱) دوسروں کے پکڑنے والے کی سزا موت ہے۔ مگر اس فیصلے کے متعلق ابن قیم لکھتے ہیں کہ امام احمدؒ اور دیگر اہل علم اس فیصلہ سے متفق ہیں سوائے تیسری بات کے یعنی آنکھ ضائع کرنے والے فیصلہ سے وہ متفق نہیں ہیں۔ ابن قیم خود حنبلی ہیں مگر وہ لکھتے ہیں کہ یہ تیسری بات بھی درست ہے کیونکہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے گھر میں جھانک رہا ہو بغیر اجازت کے تو اگر گھر والا چھڑی وغیرہ سے اس کی آنکھ پھوڑ دے تو نہ دیت لی جائے گی نہ قصاص۔ یہی مذہب ہے امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبل کا۔ پھر لمبی بحث اور حوالوں کے بعد لکھتے ہیں اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو قتل ہوتے دیکھ رہا ہو اور وہ اس کو چھڑانے پر قادر ہو مگر نہ چھڑائے۔ اسے روکنے پر قادر ہو اور نہ روکے تو وہ خدا تعالی کے نزدیک زیادہ بڑے گناہ کا مرتکب ہے اور حق یہی ہے کہ اس کی آنکھ پھوڑ دی جائے (محولہ بالا ص: ۵۲)

جدید دور میں یہ مسئلہ بڑا اہم اور دوررس ہے۔ آج کل ایک شخص قتل ہو جاتا ہے۔ ایک عورت کی عزت لوٹ لی جاتی ہے۔ لوگ مدد نہیں کرتے۔ ایک ممبر اسمبلی یا ممبر کونسل یا زمیندار یا کوئی اور بااثر شخصیت یا کوئی سرکاری افسر ظلم و زیادتی کرتا ہے مگر عام

لوگ یا سرکاری افسر اور بااثر لوگ ظلم کو نہیں روکتے۔ یہ سب بھی مجرم ہیں۔

حضرت علیؓ کے فیصلہ کے دوررس اثرات

قارئین نے غور کیا کہ یہ فیصلہ شیعہ حضرات کے ہاں بھی منقول ہے۔ ہمارے سامنے ایک کتابچہ قضاء الامام امیرالمؤمنین علیہ السلام مؤلفہ حسین علی الشفائی مطبوعہ مؤسسۃ اہل البیت بیروت موجود ہے اس کے صفحہ نمبر ۳۷ پر یہ فیصلہ موجود ہے۔ جس کا عنوان ہے " الممسک والقاتل والناظر"۔ البتہ تھوڑا سا فرق ہے۔ ابن قیم کے بیان میں یہ درج ہے کہ دیکھنے والا چھڑانے پر قادر ہے مگر چھڑانے کی کوشش نہیں کرتا۔ مگر شیعی روایت میں یہ قدرت کی شرط موجود نہیں بلکہ یہ الفاظ ہیں کہ تیسرا شخص دیکھتا ہے مگر منع نہیں کرتا۔

قصہ مختصر حضرت علیؓ کا یہ فیصلہ ایسا ہے جس کو امامیہ کے علاوہ سنیوں کے عظیم امام ابن قیم کی پوری تائید قرآن وحدیث کی روشنی میں حاصل ہے۔ اب اس فیصہ کی پیروی میں احتساب کا عمل پاکستان میں بھی جاری ہونا چاہیے اور احتساب کا محکمہ قائم ہو۔ اس کے لئے قانون سازی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ صدر وزیر اعظم کا حلف موجود ہے کہ وہ قرآن وسنت پر ایمان رکھتے ہیں۔ مزید دیگر وزراء اور ججوں وغیرہ کے حلف میں اسلامی آئیڈیالوجی کے الفاظ موجود ہیں۔ ظاہر ہے کہ اسلامی آئیڈیالوجی اگر قرآن وسنت نہیں تو کیا ہے؟ پس 2A اور دیگر دفعات کی روشنی میں اور اعلی عدالتوں کے فیصلوں کی روشنی میں قرآن وسنت پاکستان کا سپرلاء ہے۔ پس قرآن وسنت کے بتائے ہوئے طریق اور اسلامی حکومتوں میں ۱۴ سو سال سے رائج طریقہ احتساب کا عمل شروع کردیا جائے۔ اس سلسلے میں کسی انسانی قانون سازی کی ضرورت نہیں۔

پیغمبروں اور بڑے لوگوں کا احتساب

علامہ اقبال نے جو کہا ہے کہ اسلام کی حقیقت ہی کائنات کا احتساب ہے۔ یہ بالکل درست ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی اور قوم ان کی مخالفت کرتی رہی۔ یونس علیہ السلام قوم سے خفا ہوگئے اور ان پر بد دعا کرکے غصہ میں وہاں سے روانہ ہوگئے۔ مگر خدا کو وحی کا انتظار کیے بغیر وہاں سے چلے جانا پسند نہ آیا۔ اور پھر بطور احتساب مچھلی نے ان کو نگل لیا۔ یہ قصہ مشہور ہے (تفصیل حفظ الرحمن قصص

القرآن)۔ اگرچہ پھر آپ کو معافی مل گئی اور آپ نے قوم میں واپس جا کر اپنا کام مکمل کیا۔ مگر احتساب تو ہوا۔ نبی اکرم ﷺ نے جب ایک نابینا کے سوال پر ناگواری محسوس کی تو فوراً سورہ عبس نازل ہو گئی۔ اس کے بعد سے جب وہ نابینا صحابی آتے تو آپ ان کے لئے اپنی چادر بچھا دیتے۔ ایک مرتبہ مدینہ سے باہر جاتے وقت آپ ان کو اپنا قائم مقام بھی بنا کر گئے۔ جب نبی کا احتساب ہو سکتا ہے تو پھر کون بچ سکتا ہے۔

گورنروں کا احتساب اور مساوات کا اصول

عمر بن العاصؓ گورنر وفاتح مصر کے بیٹے نے ایک غیر مسلم نوجوان کو اس لئے کوڑے مارے کہ وہ دوڑ میں اس سے آگے نکل گیا اور ان کو شرمندگی ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے باپ بیٹے دونوں کو مصر سے طلب کیا اور غیر مسلم کو حکم دیا کہ گورنر کے بیٹے کو کوڑے مارو اور اپنا بدلہ لو۔ جب وہ قصاص جی بھر کا لے چکا تو کہا کہ گورنر مصر کے گنجے سر پر بھی کوڑے مارو۔ لیکن غیر مسلم نے کہا کہ ان کا کوئی قصور نہیں۔ ان کو کیوں ماروں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تو ان کو بھی کوڑا مارتا تو ہم میں سے کوئی تم کو نہ روکتا۔ اس کے بعد گورنر مصر کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تم نے کب سے لوگوں کو غلام سمجھ لیا ہے۔ ان کی ماؤں نے تو ان کو آزاد جنا تھا۔ جواب میں حضرت عمرو بن العاص نے کہا کہ مجھے اس واقعہ کا علم نہیں تھا اور نہ یہ شخص میرے پاس آیا(محمد شعیر ارسلان : القضاء والقضاۃ:۱۸۵)

حضرت عمرو بن العاصؓ گورنر مصر کا طریقہ تھا کہ جب وہ اپنی بیٹھک میں بیٹھتے تو تکیہ لگا کر بیٹھتے تھے۔ ایک صحابی جن کا نام غرفہؓ تھا انہوں نے ان سے کہا کہ ہمارے سامنے تکیہ لگا کر نہ بیٹھا کرو۔ آئندہ اگر تم ہمارے سامنے تکیہ لگا کر بیٹھے تو میں حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع بھیج دوں گا۔ لیکن گورنر صاحب نے اس بات پر توجہ نہ کی اور تکیہ لگا کر بیٹھے۔ حضرت غرفۃ نے خلیفہ کو شکایت لکھ بھیجی۔ وہاں سے حکم نامہ گیا کہ لوگوں کی موجودگی میں تکیہ لگا کر مت بیٹھو۔ ہاں جب اپنے گھر کے اندر جاؤ تو جیسں چاہے بیٹھو(ابن حجر: المطالب العالیۃ ۲:۲۱۷)

حضرت امیر معاویہؓ گورنر شام مدینہ آئے تو شاندار کپڑے پہنے ہوئے تھے جو عجم کا طریقہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے دیکھتے ہی کوڑے برسانے شروع کر دئے وہ کہنے لگے۔

امیر المؤمنین کس لئے؟ امیر المؤمنین کس لئے؟ آپ مارتے رہے۔ جواب نہ دیا (ابن حجر: الاصابہ فی تمییز الصحابہ: ۳: ۱۴۴ طبع مصر ۱۹۳۹ء) حضرت عمرؓ حج کو گئے تو صفوان نے ان کی دعوت کی مگر خدمت گاروں کو دسترخوان پر نہ بٹھایا۔ حضرت عمرؓ بہت ناراض ہوئے۔ آپ نے خدام کو بلا کر کھانا کھلادیا اور خود اس کھانے کو چکھا تک نہیں۔ ظافر القاسمی: نظام الحکم فی الشریعة والتاریخ: ۸۷ جلداول مطبوعه دارالنفائس بیروت ۱۹۷۴ء)

احتساب میں حکمران کا قتل بقول حضرت عمرؓ

شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"سمجھ لو میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ (یہ معمول ہو) گویا میں اور تم دو کشتیوں میں گھرے دریا میں سفر کر رہے ہیں جو ہم کو مشرق اور مغرب کی طرف لے جارہا ہے تو ہم لوگوں کو ہرگز اس بات سے نہ روکیں گے کہ وہ اپنے میں سے کسی کو (امیر البحر بننے کیلئے) تجویز کرلیں پھر اگر وہ سیدھا رہے تو سب اس کا اتباع کریں اور اگر ظلم کرے تو اس کو قتل کردیں تو طلحہ نے کہا کہ کیا حرج تھا اگر آپ یہ کہتے کہ اگر وہ ٹیڑھا ہوجائے تو اس کو معزول کردیں۔ تو فرمایا کہ قتل بعد میں ہونے والے امیر کو زیادہ محتاط رکھنے والا ہے (ازالۃ الخفاء مترجم: ۴: ۲۱۳ مطبوعہ آرام باغ کراچی)

دیکھئے یہاں حضرت عمرؓ عوام کو اس بات کی اجازت دے رہے ہیں کہ وہ اپنے میں سے کسی کو امیر چن لیں۔ مگر اسلام میں اس چنے ہوئے امیر کو اس بات کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ پر تکلف اور عیش کی زندگی کیلئے دوسرے ملکوں سے قرض لے اور آنے والی نسلیں جنہوں نے ان کو نہیں چنا بلکہ پیدا بھی نہیں ہوئے ان کو قرض دار بنائے۔

حضرت عمرؓ کا حضرت ابوبکرؓ کے حکم نامہ کو پھاڑ دینا

ایک مرتبہ اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور ایک بیکار زمین جو ان کی طرف پڑی ہوئی تھی اس کا مطالبہ کیا چونکہ یہ دونوں مولفۃ القلوب میں سے تھے اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے ان کی درخواست منظور کرلی اور اس زمین کا پٹہ ان کے نام لکھ دیا اب یہ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس آئے تاکہ پروانہ خلافت کی ان سے توثیق کرالیں لیکن حضرت عمرؓ اسے دیکھتے ہی سخت غضب ناک ہوئے اور پروانہ ان کے ہاتھوں سے لے کر

چاک کر دیا اور فرمایا" رسول اللہ ﷺ اس زمانہ میں تمہاری دل جوئی کرتے تھے جبکہ اسلام کمزور تھا۔ اب اسلام کافی مضبوط ہے۔ تم سے جو کچھ ہوسکے کر دیکھو" یہ دونوں وہاں سے لوٹ کر سیدھے حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں آئے اور بولے۔ "خلیفہ آپ ہیں یا عمر؟" حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا "خلیفہ تو عمر ہی ہوتے اگر وہ چاہتے" یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت عمرؓ بھی غصہ میں بھرے ہوئے آپہنچے اور حضرت ابو بکرؓ سے باز پرس کرنے لگے کہ آپ نے یہ زمین کا ٹکڑا ان دونوں کو کس طرح دیا؟ یہ آپ کی ملکیت ہے یا مسلمانوں کی؟ حضرت ابو بکر بولے "مسلمانوں کی" حضرت عمرؓ نے کہا" تو پھر آپ کو کیا حق تھا کہ ان دو آدمیوں کو بخش دیں؟" حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا "اس وقت جو لوگ میرے پاس موجود تھے میں نے ان سے مشورہ کر لیا تھا۔ آخر حضرت ابو بکرؓ نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا اور حضرت عمرؓ کے فیصلہ کو بحال رکھا (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۳:۶۵)

ابن جوزیؒ نے تو لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابو بکرؓ سے پوچھا کہ کیا اس رضامندی میں پوری ملت مسلمہ شریک تھی؟ حضرت عمرؓ کے اس سوال سے ثابت ہو گیا کہ ریفرینڈم کے ذریعے منظوری کے بغیر غیر ممالک سے قرضہ لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ قحط کے سال حضرت عمرؓ نے قسم کھائی کہ دودھ گوشت اور گھی کو چکھیں گے بھی نہیں۔ ان کی صحت گر گئی مگر انہوں نے قسم پوری کی۔

احتساب قصاص اور انصاف

ابراہیم نخعی کے بقول حضرت عمرؓ نے مردوں کو عورتوں کے ساتھ طواف کرنے سے منع کر دیا تھا پھر آپ نے دیکھا کہ ایک شخص عورتوں کے ساتھ کھڑا نماز پڑھ رہا ہے۔ آپ نے اسے درہ مارا۔ وہ بولا کہ اگر میں نے جائز کام کیا تو آپ نے مجھ پر ظلم کیا۔ اگر غلط کیا تو آپ نے مجھے تعلیم نہیں دی۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تو میرے ہدایات دینے کے موقع پر موجود نہ تھا۔ اس نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے درہ ڈال دیا اور کہا اپنا قصاص لے لو۔ اس نے کہا کہ آج نہیں لیتا۔ آپ نے فرمایا کہ پھر معاف کر دو۔ اس نے کہا کہ نہیں معاف کرتا۔ اگلے روز ملاقات ہوئی تو اس نے دیکھا کہ خلیفہ کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ اس پر اس نے کہا کہ میں نے آپ کو معاف کیا (الماوردی۔ الاحکام السلطانیہ: ۲۴۹)

خود حضور اکرم ﷺ نے وفات سے پہلے اپنے آپ کو عوام کے سامنے قصاص کے لئے پیش کیا تھا۔ اس لئے شاہ مراد نے قاضی کے سامنے اپنا ہاتھ قصاص میں کٹوانے کیلئے پیش کیا۔ بقول ابن بطوطہ سلطان محمد تغلق کو ایک لڑکے نے قاضی کے فیصلہ کے مطابق قصاص میں اکیس چھڑیاں ماریں حتی کہ اس کی کلاہ بھی گر پڑی۔ بعض وزراء کے منہ سے اگر غصہ میں کسی کے لئے گدھے کا لفظ نکل گیا تو انہوں نے کہا کہ مجھے بھی قصاص میں تم گدھا کہو۔

حضرت ابو بکرؓ خلیفہ بننے کے بعد بھی محلہ کی لڑکیوں کی بکریوں کا دودھ دوہ دیا کرتے تھے۔ سودا لادیا کرتے تھے۔ مجاھدین کی بیویوں کے خط لکھ دیا کرتے تھے۔ ابو مسلم خولانی جب امیر معاویہؓ کے ہاں گئے تو ان کو السلام علیکم اے ملازم کہہ کر سلام کیا۔ لوگوں نے کہا بھی کہ آپ ان کو السلام علیکم اے امیر کہہ کر خطاب کریں۔ مگر انہوں نے نہ مانا اور السلام علیکم اے ملازم کہہ کر ہی سلام کرتے رہے (تفسیر المنار: ۵:۵ ۲۱)

ایک مرتبہ خلیفہ ہشام نے کسی کو نالائم الفاظ کہے۔ اس نے کہا کہ خلیفہ ہو کر تم کو ایسے الفاظ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ ہشام سخت شرمندہ ہوا اور بولا کہ بدلہ لے لو۔ اس نے کہا کہ میں بھی تمہارے جیسا کمینہ بن جاؤں۔ ہشام نے کہا کہ مالی معاوضہ لے لو۔ اس نے اس سے بھی انکار کیا۔ آخر راہ خدا معاف کیا (معین ندوی: بنوامیہ: ۲۸۸)

سلطان صلاح الدین نے ایک مرتبہ کہا کہ یہ مت خیال کرو کہ میں نے تلوار کے ذریعے ملک پر قبضہ کیا ہے بلکہ میرا قبضہ فاضل قاضی کے عدل سے قائم ہے (القضاء والقضاۃ: ۱۸۷)

مغلیہ دور میں چوری کا مال برآمد نہ ہوتا تو پولیس افسر ہرجانہ دیتا تھا۔ (اشتیاق حسین قریشی: ایڈمنسٹریشن آف دی سلٹنیٹ آف دہلی ص: ۱۵۲) ہرجانہ گورنر سے بھی وصول ہوتا تھا۔

فضول خرچی پر احتساب

اسلام میں فضول خرچی پر بھی احتساب کیا جاتا ہے۔ حتی کہ مسجد میں زیب وزینت بھی بدعت ہے۔ اقبال کہتے ہیں:

ناخوش و بیزار ہوں مرمر کی سلوں سے ، میرے لئے مٹی کا حرم اور بنادو

اسلامی نظام میں ماتحت اپنے حاکموں بلکہ سربراہ مملکت کا بھی احتساب کرسکتے ہیں اکبر اعظم سالگرہ کے موقع پر زعفرانی لباس پہن کر محل سرا سے باہر آیا تو صدر الصدور شیخ عبدالنبی نے سر دربار عصا اٹھا کر اس سختی سے ٹوکا کہ عصا کا سرا بادشاہ کے سر کو جالگا (محمد اسحاق بھٹی: فقہائے ہند: ج: ۴ حصہ اول: ۱۷ مطبوعہ کلب روڈ لاہور)

ہسپانیہ کے حکمران عبدالرحمن ثانی نے خزانچی کو رقعہ لکھا کہ تیس ہزار دینار ایک مغنی کو دیئے جائیں۔ خزانچی نے بادشاہ کو رقعہ یہ لکھ کر لوٹا دیا کہ عوام کے خزانے سے گویوں کو اتنی بڑی رقم نہیں دی جاسکتی۔ اس پر بادشاہ نے خزانچی کا شکریہ ادا کیا۔

ایک مرتبہ اس نے خزانچی کو لکھا کہ میری ملکہ طروب کو ایک لاکھ دینار دئے جائیں۔ اس پر خزانچی نے بڑا سخت جملہ لکھا کہ یہ خزانہ عوام کا ہے۔ بادشاہ کی باندیوں کو اس سے خوش نہیں کیا جاسکتا۔ طروب پہلے باندی ضرور تھی مگر اب ملکہ بن چکی تھی۔ لیکن بادشاہ نے جرح قبول کرلی اور خزانچی کا شکریہ ادا کیا اور آئندہ پھر کبھی ایسا رقعہ نہ لکھا۔ (رشید اختر ندوی: مسلمان حکمران: ۴۱۷-۴۱۸ بحوالہ افتتاح اندلس: ۶۸)

سلطان اتابک نے محتسب مقرر کیا تو انہوں نے فوراً سلطان سے کہا سونے کی انگوٹھی اتار دو کہ سونا مرد کیلئے حرام ہے۔ اور اپنی ریشمی گدی پر سے بھی اٹھ جاؤ کہ ریشم بھی مرد پر حرام ہے۔ سلطان نے فوراً تعمیل کی۔ (معالم القربہ فی احکام الحسبہ)

سپین کے حکمران نے جب سونے چاندی کی مدد سے محل بنایا تو قاضی سعید بن المندر نے بادشاہ سے کہا کہ مجھے امید نہ تھی کہ شیطان آپ پر غالب آکر آپ کو کفار کے مقام تک گرا دے گا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اگر اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ ایک ہی طریقہ کے ہوجائیں گے تو ہم کافروں کے گھر اور فرنیچر سونے چاندی کے بنوا دیتے۔ یہ حیات چندروزہ ہے۔ یہ سن کر بادشاہ رونے لگا توبہ استغفار کی اور گنبد توڑنے کا حکم دیا اور محل کی ہیئت تبدیل کر کے مٹی کا پلاستر کرنے کا حکم دیا۔ (تلمسانی: نفح الطیب: ۲: ۱۰۹ مطبوعہ بیروت)

حضرت عمرؓ سے اسقاط حمل کی دیت دلوائی گئی

حضرتِ علیؓ کا نظریہ تھا کہ حکمران بھی عوام میں ہی سے انہی کی طرح کا ایک آدمی ہوتا ہے۔ اگر وہ کسی سے زیادتی کرتا ہے تو اس سے بھی اسی طرح سے بدلہ لیاجائے گا جس

طرح دوسرے لوگوں سے لیاجاتا ہے یعنی اس کو ایک عام آدمی پر کسی طرح سے کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ اور وہ اپنی ہر غلطی کا جواب دہ ہے۔ اس کا عملی ثبوت ہم کو حضرت عمرؓ کے دور خلافت کے ایک واقعہ سے ملتا ہے۔ حضرت عمرؓ کو اطلاع ملی کہ ایک عورت ہے جس کا خاوند کہیں گیا ہوا ہے اور بعض لوگوں کا اس کے ہاں آناجانا ہے۔ یہ بات حضرت عمرؓ کو غلط محسوس ہوئی اور آپ نے اس عورت کو بلوا بھیجا۔ جب وہ حضرت عمرؓ کی طرف جارہی تھی تو اس کو خوف پیدا ہوا اور دردزہ شروع ہوگیا۔ وہ ایک گھر میں داخل ہوئی اور وہاں اسقاط حمل ہوگیا۔ بچہ دو چیخیں مار کر فوت ہوگیا۔ پس حضر عمرؓ نے اصحاب النبی ﷺ سے مشورہ کیا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ آپ حاکم ہیں اور لوگوں کو نصیحت اور ادب سکھانا آپ کے فرائض میں داخل ہے۔ اس دوران ایسا ہوگیا تو آپ پر تاوان عائد نہیں ہوگا۔ حضرت علیؓ خاموش تھے۔ اس پر ان سے پوچھا تو وہ بولے کہ اگر ان لوگوں نے اپنی رائے سے یہ بات کہی تو ان کی رائے غلط ہے۔ اور اگر آپ کی خاطر ایسا کہا تو انہوں نے آپ سے صحیح ہمدردی نہیں کی۔ میرے نزدیک آپ پر اس بچہ کی دیت عائد ہوتی ہے کیونکہ اس عورت کو خوف آپ کی وجہ سے پیدا ہوا۔ اور آپ کے حکم کی پیروی کے دوران ہی اسقاط حمل ہوا۔ پھر حضرت علیؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ دیت حضرت عمرؓ کی عاقلہ یعنی قریش پر تقسیم کی جاوے یعنی قریش کے قبیلہ سے دیت لی جائے کیونکہ یہ خطاء کا معاملہ ہے۔ (قلعہ جی: موسوعہ فقہ علی علیہ السلام والمحلی وغیرہ)

آقا اگر غلام سے قتل کرائے

اگر آقا اپنے غلام کو کسی کے قتل کا حکم دے اور جبراً اس سے قتل کرائے تو حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں گویا غلام نے تو محض تلوار کا کام کیا۔ ایسی صورت میں آقا کو قتل کیاجائے گا اور غلام کو قید کی سزا دی جائے گی۔ (قلعہ جی: موسوعہ فقہ علی بن ابی طالب :۱۸۰-۱۸۱)

ابن اسحق ایک صحابی سے صحیح سند سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے قاتل اور قتل کا حکم دینے والے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ آگ کے ستر حصوں میں سے ۶۹ حصے آمر کیلئے ہونگے۔ اور ایک حصہ قاتل کیلئے۔ (رواہ احمد والطبرانی فی الصغیر عن

ابی سعید- وراوہ طبرانی عن ابی درداء عن النبی ﷺ- فیقول ای رب امرنی ھذا فیاخذ باید یھما جمیعا فیقذ فان فی النار یعنی قاتل اور حکم دینے والے دونوں کو آگ میں جھونک دیا جائے گا (مجمع الزوائد: ۷: ۲۹۹) اس کی سند کے تمام راوی صحیح ہیں۔

امیر کے سامنے حق بات کہنا اور خلاف شرع حکم کا رد کرنا

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک ایسی مجلس میں کہ آپ کے ارد گرد مہاجرین وانصار جمع تھے فرمایا تم لوگ بتاؤ اگر بعض کاموں میں میں ڈھیل برتوں تو تم لوگ کیا کروگے؟ سب خاموش رہے۔ حضرت عمرؓ نے یہ کلمہ دو یا تین مرتبہ دہرایا اس کے بعد بشیر بن سعدؓ نے کہا اگر تم ایسا کروگے تو ہم تمہیں سیدھا کردیں گے۔ جیسا تیر سیدھا کیا جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ انتم اذن انتم اذن ۔ یعنی تم لوگ اس وقت میں مجالست کے قابل، بھلے اور حق پر ہو۔

ابو قتیل بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ بن ابو سفیان نے یوم قمامہ میں ممبر پر چڑھ کر ایک خطبہ دیا اور اپنے خطبہ میں فرمایا مال ہمارا مال ہے اور فئے (مال غنیمت) ہمارا ہے جس کو ہم چاہیں اس کو دیں اور جس کو ہم چاہیں اس کو نہ دیں کسی نے بھی حضرت امیر معاویہؓ کو کوئی جواب نہ دیا پس جب دوسرا جمعہ ہوا اسی جیسا خطبہ پھر دیا جب بھی کسی نے کوئی جواب نہ دیا جب تیسرا جمعہ ہوا پھر اسی تقریر کا اعادہ فرمایا، حاضرین مسجد میں سے ایک آدمی نے حضرت امیر معاویہؓ کے سامنے کھڑے ہو کر کہا، ہرگز ایسا نہیں یہ مال ہم لوگوں کا مال ہے اور یہ فئے ہم لوگوں کی ہے جو آدمی ہمارے اور اس کے درمیان حائل ہوگا ہم اس کا فیصلہ اپنی تلواروں کے ذریعہ اللہ کے پاس لے جائیں گے، حضرت امیر معاویہؓ ممبر سے اترے اور اس شخص کو بلوایا اور گھر کے اندر داخل کیا لوگوں نے کہا یہ آدمی تو مارا گیا اس کے بعد جب اور لوگ داخل ہوئے لوگوں نے اس آدمی کو دیکھا کہ وہ حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ تخت پر بیٹھا ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے لوگوں سے فرمایا، اس نے مجھ میں روح پھونکی خدا اس کو زندہ رکھے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب میرے بعد ایسے امراہونگے کہ وہ (خلافِ شریعت) کچھ کہیں گے اور ان پر ان کی بات رد نہ کی جائے گی،

ایسے امراء جہنم میں اس طرح گھسیں گے جیسا کہ بندر، اور بیشک میں نے پہلے جمعہ کو تقریر کی کسی نے مجھے جواب نہیں دیا۔ مجھے یہ خوف پیدا ہوا ایسا نہ ہو کہ میں بھی انہیں میں سے ہوں (یعنی جہنم میں جانے والوں میں سے) پھر میں نے دوسرے جمعہ کو خطبہ دیا جب بھی کسی نے میری بات کو رد نہ کیا میں نے اپنے جی میں کہا کہ میں اسی قوم میں سے ہوں (یعنی جہنم میں جانے والوں میں سے) پھر میں نے دوسرے جمعہ کو خطبہ دیا جب بھی کسی نے میری کو رد نہ کیا میں نے اپنے جی میں کہا کہ میں اسی قوم میں ہوں (یعنی جہنمی) پھر تیسرے جمعہ کو میں نے وہی تقریر کی تب یہ آدمی کھڑا ہوا اور اس نے میری بات کا رد کیا اس نے مجھے زندگی بخشی خدا اسے زندہ رکھے۔

عروہ بن ردیمؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ لوگوں کے حالات کی بہت تلاش رکھتے تھے ان کے پاس حمص کے رہنے والے آئے حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا تمہارا امیر کیسا ہے؟ ان لوگوں نے کہا بہترین امیر ہے، مگر اس نے ایک بالاخانہ بنوایا ہے جس میں وہ رہتا ہے حضرت عمرؓ نے فوراً ایک خط لکھا اور ڈاک کے ذریعہ روانہ فرمایا اور لے جانے والے کو حکم دیا کہ اس بالاخانہ میں آگ لگا دے، جب یہ قاصد حمص پہنچا اس نے ایندھن جمع کیا اور اس بالاخانہ کا دروازہ جلادیا، اس بات کی خبر امیر کو دی گئی امیر نے کہا کچھ مت کھو یہ قاصد ہے، پھر قاصد نے وہ خط امیر کو دیا امیر نے وہ خط ہاتھ سے نہیں رکھا اور سوار ہو کر حضرت عمرؓ کی طرف چل دیا جب اس کو حضرت عمرؓ نے دیکھا اس سے فرمایا میرے ساتھ حرہ چلو، حرہ میں صدقہ کے اونٹ تھے امیر سے کہا اپنے کپڑے اتار، امیر نے کپڑے اتار دیئے) اس پر حضرت عمر نے اونٹوں کے اون کی چادر ڈالی پھر فرمایا ایک ایک اونٹ کھول اور ان اونٹوں کو پانی پلا، وہ امیر اونٹوں پر چڑھتا اور اترتا رہا یہاں تک کہ تھک گیا۔ اس کے بعد اس سے فرمایا تم نے یہ بالاخانہ کب بنوایا تھا اس نے کہا اسے امیر المؤمنین! ابھی قریب ہی میں بنوایا تھا، آپ نے فرمایا اسی لئے ستانے کیلئے بالاخانہ بنایا ہے۔ اور اس کے ذریعہ مسکینوں اور بیواؤں اور یتیموں پر رفعت حاصل کی ہے، جا اپنے کام پر جا اور دوبارہ ایسی حرکت نہ کرنا۔

حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ زیاد نے حکم بن عمرو غفاریؓ کو خراسان کی مہم پر روانہ کیا ان لوگوں کے ہاتھ میں مال غنیمت بہت آیا تو زیاد نے حکمؓ کی طرف لکھا اما بعد!

امیر المؤمنین نے لکھا ہے کہ چاندی اور سونا ان کے لئے خاص کرلیا جائے اور سونے چاندی کو مسلمانوں میں تقسیم نہ کرنا۔ حکمؓ نے زیاد کو جواب میں لکھا، کہ تم نے لکھا ہے اور امیر المؤمنین کے خط کا تذکرہ کیا ہے لیکن مجھے اللہ کی کتاب امیر المؤمنین کے خط سے پہلے مل چکی ہے، اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ساتوں آسمان اور زمین کسی بندہ کے اوپر بند ہوجائیں اور وہ بندہ اللہ تعالی سے ڈرے اللہ پاک اس بندہ کے لئے تمام مخلوق میں سے نکاسی کی سبیل کردیگا، اس کے بعد حکمؓ نے ایک منادی کو حکم دیا جس نے تمام لشکر میں یہ آوازدی کہ علی الصباح مال غنیمت میں سے اپنا حصہ لینے کیلئے جمع ہوجاؤ چنانچہ حکمؓ نے وہ سارا مال اس لشکر میں تقسیم کردیا۔ (مزید واقعات اور حوالہ جات کیلئے دیکھئے حیات الصحابہ جلد چہارم)

احتساب اور جرمانے کیلئے حتمی ثبوت ضروری نہیں

ابوزہرہ نے امام احمد بن حنبل کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ امام مالک اور امام احمد مصالح مرسلہ کا استعمال کرتے تھے۔ اس سلسلے میں وہ امام احمد کی سوانح میں لکھتے ہیں:

خیانت سے متہم حکام کو مالی جرمانہ

حضرت عمر بن الخطابؓ کا یہ اصول تھا کہ جن پر خیانت کا الزام عائد ہوتا تھا، ان کے مال کا ادھا حصہ بیت المال میں داخل کردیتے تھے۔ یہ اقدام بھی مصلحت مرسلہ پر مبنی تھا۔ اس لئے کہ افسروں کی اصلاح اسی طرح ہوسکتی اور ان پر پابندی عائد کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے عہدے کو سرمایہ جمع کرنے کیلئے استعمال نہ کریں۔ اور نہ مال غنیمت پر بلاوجہ ہاتھ صاف کرنے پائیں (حیات امام احمد بن حنبل مؤلفہ ابوزہرہ: اردو ترجمہ ص: ۴۰۵: مکتبہ سلفیہ لاہور۔

مزید لکھتے ہیں:

سیاست شرعیہ اور مصلحت عامہ

سیاست شرعیہ کے سلسلے میں بھی امام احمدؒ نے اپنے فتاوی میں جو چیز پیش نظر رکھی ہے وہ عوام کی اصلاح اور ان کو ایسی باتوں پر آمادہ کرنا ہے جو مصلحت پر مبنی ہوں اور مفسدہ سے دور ہوں۔ اس سلسلے میں وہ ایسی سزائیں بھی تجویز کرنے کی اجازت دیتے ہیں جن سے

عوام کی اصلاح ہو سکتی ہو، اگرچہ وہ منصوص نہ ہوں، لیکن اس بارے میں ان کا اصول یہ ہے کہ عقوبات میں جرم کی نوعیت کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ کرنا چاہیے، تاکہ لوگوں کو جرائم کے برے نتائج سے محفوظ رکھا جاسکے۔

سیاست شرعیہ کے قبیل سے امام احمد کے فتاوی بہت سے ہیں، ان میں فسادی اور مشتبہ عناصر کی جلاوطنی، رمضان شریف میں شراب پینے پر حد کی زیادتی وغیرہ شامل ہیں۔
(محولہ بالا ص: ۴۰۷)

امام غزالیؒ لکھتے ہیں:

شاطر سعد بن ابی وقاص ماله لما قدم من الكوفة وكذا شاطر ابا هريرة رضی اللّٰہ عنه اذا رائی ان ذلک لا تستحقه العامل ورائی شطر ذلک كافيا على حق عملهم وقدره بانشطر اجتهاداً (احياء العلوم :ح:۱۱۲)

یعنی جب سعد بن وقاص کوفہ سے واپس آئے تو ان کا آدھا مال لے لیا۔ اسی طرح ابوہریرہؓ کا آدھا مال لے لیا جب انہوں نے محسوس کیا کہ ان کی محنت کا اجر آدھا مال ہی کافی تھا۔ یہ آدھے کا اندازہ انہوں نے اجتہاد سے کیا۔

حضرت عمرؓ نے ایک بار لوگوں سے فرمایا تھا کہ جس قدر خدا کے مال میں سے میں اپنے لئے حلال سمجھتا ہوں تم کو بتائے دیتا ہوں اول دو جوڑے کپڑے گرما اور سرما کیلئے۔ دوئم سواری حج و عمرہ کیلئے۔ سوئم غذا جس طرح قریشی لوگوں کی ہے۔ نہ تو سب سے عمدہ کھاتا ہوں۔ نہ سب سے ادنی متوسط درجہ کی غذا ہے۔ پھر بھی بخدا مجھے معلوم نہیں کہ میرے لئے اس قدر حلال ہے یا نہیں (اردو ترجمہ احیاء العلوم لکھنوج:۳ص:۱۷۲)

بلاذریؒ لکھتے ہیں کہ ایک شاعر نے ایک نظم لکھ کر حضرت عمرؓ کو بھیجی کہ اپنے عمال سے آدھا مال لے لو۔ پس حضرت عمرؓ نے ایسا ہی کیا۔ دو جوڑے جوتے تھے تو ایک جوڑی جوتا لے لیا۔ ان میں حضرت ابو بکرؓ بھی تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں تو آپ کی کوئی ملازمت نہیں کرتا۔ جواب میں حضرت عمرؓ نے کہا کہ تمہارا بھائی بیت المال کا خزانچی ہے تو اس سے لے کر تجارت کرتے ہو۔ پس ان سے دس ہزار لے لئے۔ بعض کہتے ہیں کہ انکا بھی آدھا مال لے لیا۔ (فتوح البلدان: ۴۷۴ جلد دوم مطبوعہ مصر)

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ احتساب کا معاملہ عدالتی معاملہ سے مختلف ہوتا ہے۔
احتساب میں اتہام کی وجہ سے بھی کئی مرتبہ عمل ہو جاتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور میں احتساب

حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنے تو انہوں نے ان تمام جاگیروں کو واپس لینے کا ارادہ کرلیا جو بنو امیہ اور دوسرے بڑے لوگوں کو دی گئی تھیں۔ مشورہ کے بعد وہ بہت تھک چکے تھے اور ذرا آرام کرنے کیلئے لیٹ گئے کہ بعد نماز ظہر اس کا اعلان کردں گا۔ لیکن ان کے بیٹے عبدالملک نے ان کو آرام نہ کرنے دیا اور کہا کہ اس کا کون ذمہ دار ہے کہ آپ اس وقت تک زندہ رہیں گے۔ غرض اسی وقت عمر بن عبدالعزیز باہر آئے اور شہر میں منادی کرادی کہ لوگ مسجد میں جمع ہوں۔ پھر منبر پر کھڑے ہو کر کہا کہ صاحبو! میں ان تمام زمینوں کو جو لوگوں نے ہمارے خاندان کو دی تھیں۔ واپس کرتا ہوں۔ کیونکہ دینے والوں کو نہ دینے کا حق تھا نہ ہم کو لینے کا حق تھا۔ پھر جاگیروں کی تمام سندات قینچی سے کاٹ کر پھینک دیں۔ (مقالات شبلی جلد چہارم (تنقیدی) ص:۸-۹)

مزید حکم دیا کہ شاہی اصطبل کی تمام سواریاں بیچ کر رقم بیت المال میں جمع کردو۔ میرے لئے میرا خچر کافی ہے۔ ایک مرتبہ آپ کی حاملہ بیوی کیلئے تھوڑے سے دودھ کی ضرورت ہوئی۔ خادمہ مہمان خانہ سے ایک پیالہ دودھ لے آئی۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ اس نے کہا کہ بی بی کیلئے دودھ کی ضرورت تھی۔ اگر اس وقت دودھ نہ دیا جائے گا تو اسقاط کا اندیشہ ہے۔ اس لئے یہ دودھ دارالضیافت سے لے آئی ہوں۔ یہ سن کر خادمہ کا ہاتھ پکڑا اور چلاتے ہوئے بیوی کے پاس لائے اور کہا اگر حمل فقراء ومساکین کے علاوہ کسی چیز سے قائم نہیں رہ سکتا تو خدا اس کو قائم نہ رکھے۔

ظالم حکمرانوں کے خاندان اور ماتحتوں کا حکم

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حجاج کے پورے خاندان کو یمن کی طرف جلاوطن کردیا۔ وہاں کے عامل کو لکھا کہ میں تمہارے پاس آل عقیل کو بھیج رہا ہوں۔ جو عرب میں بدترین خاندان ہے۔ اس کو اپنی حکومت میں ادھر ادھر منتشر کردو۔ جو لوگ حجاج کے ہم قبیلہ ہیں یا اس کی ماتحتی میں کام کرچکے تھے ان کو ہر قسم کے ملکی حقوق سے محروم کردیا (شاہ معین الدین ندوی: تابعین: ۳۳۴، ۳۶۴، ۳۳۲ مطبوعہ اعظم گڑھ)

آئنسٹائن کے سابقہ نقل کردہ اقوال بھی عمر بن عبدالعزیز کے عمل کی صداقت کے گواہ ہیں۔

امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک شخص کو عامل بنایا۔ پھر سنا کہ وہ حجاج کا عامل رہا ہے۔ آپ نے اس کو معزول کردیا۔ اس نے عرض کیا کہ میں نے تو اس کے عہد میں تھوڑے دن کام کیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی صحبت خواہ ایک روز یا چند ساعت کی ہو۔ نحوست اور شرارت کیلئے کافی ہے(احیاء العلوم اردو ترجمہ مطبوعہ لکھنؤ ج:۲ص:۱۷۷)

معین الدین ندوی لکھتے ہیں کہ اپنی اور اپنے خاندان کی جاگیروں کو واپس کرنے کے بعد عام غصب شدہ مال کی طرف متوجہ ہوئے اور امیر معاویہؓ سے لے کر اس وقت تک ظالمانہ طریقوں سے جس قدر غصب کردہ مال وجائیداد تھی سب ایک ایک کر کے واپس کردی۔ امیر معاویہ اور یزید کے وارثوں سے لے کر ان کے اصلی مالکوں کے حوالہ کی۔ عراق میں اس کثرت سے مال واپس کیا گیا کہ صوبہ کا خزانہ خالی ہوگیا۔ وہاں کے اخراجات کیلئے ہر طرح کی آسانیوں کا خیال رکھا گیا۔ ملکیت کے ثبوت کیلئے کوئی بڑی شہادت کی ضرورت نہ تھی۔ معمولی شہادتوں پر مال مل جاتا۔ جو لوگ مر چکے تھے ان کے ورثا کو واپس کیا گیا

(تابعین:۳۲۸-۳۲۹)

تمام غیر شرعی ٹیکس ختم کردیئے۔ اور خرچہ پر پابندی لگادی۔ عمال کو لکھا کہ عامل بڑے کاغذ پر جلی قلم سے نہ لکھے۔ خود آپ کے فرامین ایک بالشت سے زیادہ نہ ہوتے تھے(ص:۳۳۶محولہ بالا)شیر خوار بچوں کے وظائف مقرر تھے۔ ایک عام لنگرخانہ تھا جس سے فقراء ومساکین کو کھانا ملتا تھا۔ ذمی کے خون کے قیمت مسلمان کے خون کے برابر قراردی(محولہ بالاص:۳۳۶،۳۳۷)

صحابہ کے دور کے کچھ واقعات

معین الدین ندوی لکھتے ہیں کہ ابوموسی اشعریؓ بصرہ کے والی تھے۔ انہوں نے جہاد کی تلقین کی اور پیادہ چلنے کے فضائل بیان کئے مگر جب خود جہاد کیلئے نکلے تو ترکی گھوڑ پر سوار تھے۔ قول وفعل میں اختلاف کی شکایت حضرت عثمان کے دربار خلافت میں کی گئی تو خلیفہ سوئم نے ۲۹ھ میں ان کو معزول کر کے عبداللہ بن عامر کو والی بنادیا۔(طبری ص:۲۸-۲۹) پھر کوفہ کے والی ولید بن عقبہ پر شراب نوشی کا الزام لگا تو حضرت عثمانؓ نے ان کو بھی معزول کردیا(معین الدین ندوی، خلفائے راشدین:۲۰۰-۲۰۱مطبوعہ اعظم گڑھ)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ گورنر کوفہ جیسے جلیل القدر صحابی کے خلاف بعض لوگوں نے یہ لغو اور بے ہودہ شکایت کی کہ وہ نماز صحیح نہیں پڑھاتے۔ معین الدین ندوی لکھتے ہیں کہ گو الزام بے بنیاد ثابت ہوا۔ تاہم حضرت عمرؓ نے اس خیال سے کہ ایک جماعت مخالفت پر آمادہ ہو گئی تھی۔ ان کو عہدہ سے سبکدوش ہی کر دینا مناسب سمجھا۔ چنانچہ حضرت سعدؓ جن کو اپنا جانشین بنا آئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو ہی مستقل کر دیا اور ان کو دوبارہ واپس جانے کی زحمت نہ دی (معین الدین ندوی: مہاجرین جلد دوم: ۱۴۰-۱۴۱ بحوالہ تاریخ طبری ص: ۲۶۰۸)

پس ہم دیکھتے ہیں کہ خلافت راشدہ کے دور میں جب محسوس ہوتا کہ کچھ لوگ بھی حاکم کو ناپسند کرتے ہیں تو ثبوت کے بغیر بھی ان کو معزول کر دیا جاتا ہے کیونکہ یہ ضروری ہے کہ گورنر ضلع کے حکمران۔ کمشنر لوگوں کی مرضی کے ہوں یعنی لوگ ان کی کارکردگی سے خوش ہوں شاکی نہ ہوں۔

ایسے مزید بہت سے حوالے دیئے جاسکتے ہیں۔ مگر بات کے ثبوت کیلئے یہی واقعات کافی ہیں۔ اس سلسلے میں یہ قول بھی زیر نظر رہے۔

زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو

اسلام کو کیسے حکمران درکار ہیں؟

حضرت ابو بکرؓ سے لے کر تمام خلفاء عوام کی خدمت میں پیش پیش رہتے تھے۔ بے شمار مثالیں دینے کی بجائے نبی اقدس ﷺ کی مثال کافی ہونی چاہیے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس کبھی دو قمیضیں۔ دو چادریں یا دو تہ بند یا دو جوتیاں نہ ہوئیں۔ گھر میں وہ کبھی فارغ بیٹھے نظر نہیں آتے تھے یا کبھی غریب آدمی کی جوتی گانٹھتے نظر آتے یا کسی بیوہ کا کپڑا سیتے دکھائی دیتے۔

ولارئی قط فارغافی بیته انمایخصف نعلالرجل مسکین اویخیط ثوبالارملة (ابن منظور: مختصر تاریخ دمشق: ۲: ۲۴۸ مطبوعه دارالفکر ۱۹۸۴)

اسلامی اقتصادیات

اسلامی اقتصادیات تو یہ ہے کہ جو شوربہ انگلیوں کو لگ جائے۔ اس کو چاٹ لینا چاہیے۔ لقمہ زمین پر گر جائے تو سنت کا حکم یہی ہے کہ اس کو صاف کر کے کھالے۔ وضو میں ہر عضو کو ایک یا دو یا زیادہ سے زیادہ تین مرتبہ دھونا ہے۔ تین سے زیادہ مرتبہ دھونا بھی پانی

کے اسراف میں شمار ہو گا چاہے نہر کے کنارے آدمی بیٹھا ہو۔

اس کے برعکس جدید دور میں بیت المال کا مال اس طرح لٹایا جارہا ہے جیسے کوئی دشمن یا ڈاکو گھر میں گھس کر سب کچھ برباد کرنے پر تل گیا ہو۔ مال مفت دل بے رحم سے کہیں بڑھ کر پاکستان کے وزراء اسمبلی کے ممبر اور سرکاری افسر لوٹ مار مچاتے ہیں۔ چند خبریں ملاحظہ ہوں:

۱۔ نوائے وقت مورخہ ۱۱ مئی ۱۹۹۶ء کے مطابق واپڈا پاور ونگ میں ۲۷ ارب ۸۲ کروڑ کے فراڈ کا انکشاف

۲۔ نوائے وقت مورخہ ۱۰-مارچ ۱۹۹۶ء کے مطابق معراج خالد صاحب (نگراں وزیراعظم) نے فرمایا کہ صدر کے سوا پوری حکومت بددیانت ہے۔

۳۔ نوائے وقت کی ایک کامرس رپوٹ کے مطابق ۶۸۰ ارب روپے سالانہ کرپشن کی نذر ہوجاتے ہیں۔

۴۔ نوائے وقت ۲۳-مارچ ۱۹۹۶ء میں کارٹون شائع ہوا جس میں کہا گیا تھا کہ گزشتہ دوسال میں ایوان صدر اور وزیراعظم ہاؤس کیلئے ۶ کروڑ روپیہ کا پینے کا پانی درآمد کیا گیا۔

۵۔ نوائے وقت مورخہ ۲۸-مارچ ۱۹۹۶ء کے مطابق وزیرز کواۃ نے فرمایا کہ بجٹ بیوروکریسی کھاجاتی ہے۔ ایم پی اے صرف انگوٹھا لگاتے ہیں۔

۶۔ نوائے وقت مورخہ ۱۹-جون ۱۹۹۶ء کے مطابق نیشنل بینک نے سوا ۲۴ کروڑ کے قرضے معاف کردئے۔

۷۔ نوائے وقت یکم دسمبر ۱۹۹۶ء کے مطابق وزرائے اعلیٰ نے اپنوں پر صوابدیدی فنڈ کے کروڑوں روپے نچھاور کردئے۔ نکئی نے وٹو کی بحالی سے ایک روز قبل سوا کروڑ نکلوائے۔ وٹو نے بے نظیر کے لانگ مارچ پر ۹۶ لاکھ خرچ کئے۔ نواز شریف بھی صوابدیدی فنڈز سیاسی مقصد کیلئے اختیار کرتے رہے۔ وٹو نے ایک برس میں مزید ۹۷ لاکھ اور نکئی نے پونے چار کروڑ نکلوائے۔ صوابدیدی فنڈ کو مال مفت سمجھ کر لامحدود حد تک بڑھوایا بھی گیا۔

۸۔ انگریزی اخبار دی نیوز مورخہ ۳۔ ستمبر ۱۹۹۶ء کے پہلے صفحہ پر خبر درج ہے کہ امریکہ نے آٹھ ہزار پاکستانی سیاست دانوں۔ اعلیٰ سول و غیر سول فوجی افسروں اور تاجروں

کی لسٹ مہیا کی ہے جن کا تعلق منشیات کی سمگلنگ سے بتایا جاتا ہے۔

۹۔ نوائے وقت مورخہ ۳۔فروری ۱۹۹۶ء کے مطابق پیام یونین نے کہا کہ حکمرانوں کی عیاشی کیلئے گاڑیوں پر سات ارب اکاون کروڑ خرچ ہوئے جبکہ عوام کو سفری سہولتوں کیلئے ایک پائی بھی خرچ نہ ہوئی۔ اسلام میں تو قرائن سے بھی فیصلہ ہوجاتا ہے مگر یہ تو سب واضح باتیں ہیں۔

احتساب آرڈیننس

ہمارے نزدیک تو کسی آرڈیننس کی ضرورت نہ تھی۔ آئین میں قرآن وسنت کو سپریم لاقرار دے دیا گیا ہے۔ قرآن وسنت کے قوانین کے مطابق اسی طرح سے احتساب کیا جاسکتا ہے جیسا کہ خلفائے راشدین ۔ عمر بن عبدالعزیز اور دیگر انصاف پسند مسلمان حکمرانوں کے دور میں ہوتا رہا ہے۔

محمد بشیر احمد جو ویسٹ پاکستان کے ہائی کورٹ کے جج اور سپریم کورٹ UK کے جج بھی رہ چکے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں اور مغلوں کے دور میں محتسبوں کا الگ محکمہ ہوتا تھا۔ ان کے الفاظ یوں ہیں۔

For observance of SHAR rules among them Muslims and of the general rules of morality in accordance with the law of Islam among all, special officers (Muhtasibs) were appointed and they had a separate department of their own during the Sultanate and Mughal periods.

(محمد بشیر احمد، جوڈیشیل سسٹم آف دی مغل ایمپائر ص:۵۶ مطبوعہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی ۱۹۷۸ء)

ہمارے خیال میں آئین کی دفعات کے پیش نظر صدر اور گورنروں کو اگر فی الحال احتساب سے باہر رکھا گیا ہے تو اس پر زیادہ چیں بجبیں ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ آئینی مجبوری کی وجہ سے یہ ایک وقتی بات ہے ۔ آخر یہ صدر اور گورنر کب تک رہیں گے ۔ بعد میں ان کا بھی احتساب ہوجائے گا۔ اگر ابھی سے ہم صدر وغیرہ کا احتساب شروع کردیں تو سارا وقت اسی میں صرف ہوجائے گا ۔ اس کو نئی حکومت تک ملتوی رکھنے میں شاید اتنی قیامت نہیں ۔ کیونکہ اس طرح واقعی ہوجائے تو موجودہ حکمرانوں کے آئندہ احتساب کیلئے دروازہ کھل جائے گا۔ اپنی باری پر سب کا احتساب ہونا چاہیے۔